Journal of Languages, Culture and Civilization

Volume 4, Issue 3, September 2022, Pages: 350-372

Homepage: http: jlcc.spcrd.org **ISSN(P):** 2708-3748

Urdu Ghazal Poets in Layyah: An Evaluative and Critical Study

Riaz Hussain Rahi[a], Muhammad Asif[b]

[a] Ph.D Scholar, Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan.

[b] Associate Professor, Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan.

Corresponding author's email: riazrahi12@gmail.com

Received: 21 July 2022, **Published:** 30 September 2022

Abstract

Layyah is a flourishing region in South Punjab in terms of poetry. Ghazal is important in literature espeicially due to its thematic diversity and artistic aesthetics. Despite being far from the major literary centers of Pakistan, Layyah has a strong socio-political, economic, cultural milieu and modern literary trends. The poet of this region is deeply bound up with the soil of his wasaib. That is why the poet is representative of his time. The subject of this article is about ghazal. Ghazal holds a great deal of importance in the arena of genres of literature. Ghazal has proved its manifold significance in every era of human history. In the 20th century when poem became too famous, Heimous attacks had been noticed on ghazal. A number of critics have raised seriuos questions about the future of ghazal. But time has proved the reality that ghaza is still touching heights of popularity. Ghazal has got its prominence not only in the urban areas of the subcontinent but it is equally popular in its superbs. In this research parer, the works of lyricist poets representing Layyah have been reviewed.

Keywords

Layyah, Ghazal, Politics, Culture, Civilization, identity, Individually, Simile, Metaphor.

DOI Number: 10.47067/jlcc.v4i3.125

© 2022 The authors. Published by SPCRD Global publishing. This is an open access article under the Creative Commons Attributions-NonCommercial 4.0

ادب کسی قوم کا تخلیقی اظہار ہوتا ہے جو اپنے دامن میں سیاسی، سماجی ، معاشی ، تہذیبی و ثقافتی اور تاریخی اقدار کے ساتھ ساتھ انسان کے داخلی کیفیات کا مظہر بھی ہوتا ہے ۔ ادب کا مقصد محض معلومات میں اضافہ کرنا نہیں بلکہ جذبہ و احساس کی سطح پر انسانی خوابوں ، وسوسوں اور تمناؤں کو تخلیقی سطح پر اس طرح بیان کرنا بھی ہے کہ وہ ہر فرد کے دل کی آواز بن جائے ۔ ادب انسانی زندگی کے تنوعات ،سماجی تغیر و تبدل اور جذبہ و احساس کی بو قلمونیوں کا آئینہ دار ہوتا ہے ۔ گویا سماجی سطح پر ہمہ جہت تبدیلیوں کے آثار ادب میں نمایاں طور پر دیکھے جا سکتے ہیں ۔ وہی ادب عظمت سے ہم کنار ہوتا ہے جو وقتی اور ہنگامی موضوعات کی بجائے دائمی اور آفاقی قدروں جیسے حسن خیرا ور صداقت جیسی انسانی اقدار کا مظہر ہوتا ہے ۔

ادب میں اظہار کی دو اقسام ہیں نظم او رنثر ۔اصناف نظم میں غزل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے ۔ غزل ” گفتگو با زنان کردن “ سے اب آگے نکل آئی ہے ۔ زندگی کے جتنے متنوع پہلو ہیں ، ان سب کا اظہار غزل میں موجود ہے ۔ غزل اور زندگی کے تنوعات لازم و ملزوم ہیں ۔ ایک غزل کے مختلف اشعار میں فکر و خیال کی ریزہ کاری اس کا حسن ہے ۔ گویا نظم اور افسانے کے برعکس قاری ایک غزل کے مختلف اشعار کو پڑھ کر زندگی کے تنوعات سے بیک وقت آگاہ ہو جاتا ہے ۔ غزل میں حیات اور کائنات کے مختلف انداز پائے جاتے ہیں ۔ اس میں داخلی او رخارجی ہر دو سطح پر زندگی کا بھر پور اظہار ملتا ہے ۔ اس ضمن میں طارق ہاشمی نے لکھا ہے :۔

> ” غزل کا مزاج ابتدا ءہی سے داخلیت کی طرف مائل ہے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ یہ صنف اپنے خارجی ماحول سے بے نیاز رہی ہو ۔ ذات کے پردے میں پوری کائنات کی تصویر کشی صنف غزل کا امتیازی وصف رہا ہے ۔ غزل کا بظاہر دروں بین شاعر ہر دور میں معاشرے کے ایک با خبر اور باشعور فرد کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنے عہد کے مسائل کو بھر پور اندا ز میں پیش کرتا ہے۔“۱

عصر حاضر میں برق رفتار سائنسی ترقی نے ماضی کی مروجہ اقدار کو بدل کر رکھ دیا ہے ۔ مادی جدلیات کا سماجی زندگی کی متنوع اور ہمہ جہت تبدیلیوں پر گہرا اثر پڑا ہے ۔ ہوس مال و متاع اور زر اندوزی کی خواہش نے اخلاقی اقدار کو بے اثر کر دیا ۔ انٹر نیٹ اور گلوبل ولیج کے بڑھتے ہوئے دائرہ کار نے عالمگیر صارفیت کے کلچر کو پروان چڑھایا ہے ۔ عالمی سطح پر تہذیب و ثقافت کے ممکنہ اشتراک عمل سے ایک ایسے جہانِ نوع کی پیدائش ہو رہی ہے جہاں جہد للبقا اور ذاتی مفادات کے لیے آویزش و پیکار کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ۔ ان تمام عالمی تغیرات کا عکس شعرو ادب خصوصاً غزل میں نمایاں ہے ۔

نو آبادیاتی دور میں آزادی کے لیے استعماری طاقتوں سے تصادم و پیکار ، انتشار کی بجائے اثباتِ ذات ، سرمایہ دارانہ نظام کے منفی ، تخریبی اور استحصالی ہتھکنڈے ، کسان اور مزدور کی محنت کا استحصال ، طبقاتی تضادات اور انقلابی جذبات کی اثرآفرینی ، مقامی ثقافت کی طرف مراجعت، فرد کی باطنی زندگی ، اداسی ، محرومی، بے چہرگی اور بے گانگی جیسے موضوعات کا غزل میں عمدہ اظہار ملتا ہے ۔

قیام پاکستان کے بعد لیہ میں شعرو ادب کی جو بزم سجائی گئی، ان میں راجہ عبداللہ نیاز ، شکستہ مشہدی اور ڈاکٹر مہر عبدالحق مقامی اہم شاعر تھے ۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے لیہ کو اپنا وطن بنانے والوں میں فرمان پٹیالوی ، قیصر عباس رضوی ، فضل حق رضوی ، شریف منتظر اور شارق انبالوی تھے ۔

شارق انبالوی (پ:1916ء) بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے ۔ ان کو عروض پر کامل دستگاہ حاصل تھی۔ان کی غزل میں اگرچہ روایتی مضامین پائے جاتے ہیں لیکن کہیں کہیں جدت کا احساس بھی ہوتا ہے ۔ ان کے ہاں کوئی ایک واضح فکر اور تحریکی رجحان نظر نہیں آتا۔ انہوں نے ایک شاعر کی حیثیت سے زندگی اور اس کے تنوعات کا ذاتی مشاہدہ کیا اور پھر اسے تخلیقی اظہار بخشا۔ ان کے بیان میں سلاست اور روانی، قاری کے لیے حظ آفرینی کا باعث ہے ۔

نہ جانے آج زمانہ کس اشتباہ میں ہے

ہزار حشر مری جنبشِ نگاہ میں ہے

ہنسیں نہ اہلِ خرد میری کم نگاہی پر

خرد کی منزلِ آخر مری نگاہ میں ہے 2ے

جعفر بلو چ نے مجموعی لحاظ سے شارق انبالوی کی غزل گوئی کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے :-

" مجموعی لحاظ سے ان کا کلام ایک سلیم الطبع قاری کے لیے مسرت و انبساط کا وافر سرمایہ رکھتا ہے ۔ ان کی زبان غزل اگرچہ ان اہتزاز آفریں اور وجد آور تراکیب و تشبیہات کی حامل نہیں ہے جو ہمیں چند سریر آوردہ ساحران فن کے ہاں بکثرت نظر آتی ہے ۔ تاہم صحت ، سلاست اور صفائی کا یہ عالم ہے کہ قاری کی سطح ذہن پر ناگواری کی ہلکی سی شکن تک نہیں ابھرنے پاتی ۔"3ے

ارمان عثمانی (پ:1921ء) یو۔پی ۔ کے مشہور قصبہ ضلع بلند شہر میں پیدا ہوئے ۔قیام پاکستان کے بعد وہ بہاولپور میں آگئے تھے ۔ وہ علامہ عیش فیروزپوری کے شاگرد تھے۔ وہ بہاولپور میں مختلف اخبارات و جرائد کے ساتھ منسلک رہے ۔وہ 1957ءکو لیہ میں مقیم ہو گئے تھے ۔ دو دہائیوں سے زیادہ عرصہ وہ لیہ میں رہے ۔بعد ازاں وہ 1981ءمیں رحیم یار خان چلے گئے اور وہیں انہوں نے وفات پائی ۔

ان کی غزلیات کا مجموعہ " جہان غزل " ان کی تخلیقی صلاحیتوں کا عمدہ اظہار ہے ۔ ارمان عثمانی نکتہ آفرین شاعر تھے ۔ ان کی غزلوں کا بالا ستعاب مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ پامال اور پیش پا افتادہ مضامین سے گریز کرتے تھے۔ وہ اچھوتے خیالات کو جمالیاتی احساس کے ساتھ بیان کرتے تھے ۔ اس حوالے سے حکیم سید عبدالمجید راحی نے لکھا ہے :-

" غزل کہتے وقت ارمان عثمانی اچھوتے خیالات کی ٹوہ میں رہتے ہیں ۔ وہ ہر بات کو اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ پھر وہ اپنے تجربات کو اپنے

مخصوص انداز میں بیان کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ یہی وہ عناصر ہیں جن میں ان کی انفرادیت کا راز مضمر ہے ۔"4ے

ارمان عثما نی کی غزلوں میں مشکل بحور و قوافی اور صنائع بدائع کا التزام بھی پایا جاتا ہے ۔ اخلاقی اقدار کی شکست و ریخت ،ماحول کی پریشانی ، ارباب بست و کشاد کا ظلم و ستم اور عوام کی آہ و فغاں جیسے موضوعات بھی تخلیقی اظہار کا روپ دھا رے ہوئے ہیں ۔ وہ جب وہ رومانی اور عشقیہ جذبات کا ذکر کرتے ہیں توکچھ جذباتی ہو جاتے ہیں اور ان کے سوز و ساز میں اثر بڑھ جاتا ہے۔ اس ضمن میں شہباز نقوی نے لکھا ہے :۔

" ارمان عثمانی سوز ہی نہیں ساز بھی تھا ۔ اس کے ہاں محبت کی دبی ہوئی چنگاریوں کو جب زبان ملتی تو اس میں بلا کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ "5ے

چند اشعار ملاحظہ کیجیے :۔

کسی درد مند کے کام آ،کسی ڈوبتے کو اچھال دے

یہ نگاہِ لطف و کرم کبھی کسی غم نصیب پہ ڈال دے

میں اسی خیال سے آج تک کبھی دل کی بات نہ کہہ سکا

کہ وہ درد و غم سے ہے بے خبر کہیں مسکرا کے نہ ٹال دے 6ے

میں اپنے شہر میں ایسے ہوں آج بھی تنہا

دیارِ غیر میں جیسے ہو اجنبی تنہا

جگر کے داغ کو آنکھوں کا نور کہہ لیجے

یہی چراغ تو دیتا ہے روشنی تنہا

اس انجمن سے نکلتی ہے راہ خلوت کی

ہجومِ غم ہو تو رہتا ہے آدمی تنہا 7ے

نسیم لیہ (پ:1928ء) ایسے شاعر ہیں جن کو بجا طور پر لیہ کی پہچان کہا جا سکتا ہے ۔ انہوں نے نظمیں بھی کہی ہیں لیکن ان کا بنیادی حوالہ غزل کا ہے ۔ ان کی غزلوں کا مجموعہ "برگِ لرزاں "شائع ہو چکا ہے ۔ انھوں نے زندگی اور اس کے متعلقات کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے ۔ چوں کہ وہ کسی دبستان سے وابستہ نہیں تھے اور نہ وہ کسی ادبی تحریک کے زیر اثر رہے اسی لیے ان کے کلام میں کسی مخصوص نظام فکر کی ترجمانی کی چھاپ نہیں ہے ۔ انھوں نے آزادی کے ساتھ سماجی ابتری ، اخلاقی انحطاط ، معاشی مفلوک الحالی ، جاہ پرستی اور ہوس مال و زر اور سرمایہ داروں کی سماج دشمن کارروائیوں کو موضوع سخن بنایا ہے ۔ اس حوالے سے ڈاکٹر انور سدید نے لکھاہے :۔

" نسیم لیہ نے حالت زر کی برملا مخالفت کی ہے ۔ اسے جاہ پرستی سے نفرت ہے ۔ وہ چڑھتے سورج کو سلام کرنے سے گریزاں ہے۔وہ زمین کو خود اپنی جریب سے

ناپتا ہے اس لیے اپنی خودی اور خود داری پر نازاں ہے۔
چناں چہ صاف نظر آتا ہے کہ نسیم نے اپنے فن کو
عامۃالناس کے لیے وقف کر دیا ہے ۔“8؎

تیشے کی ایک ایک صدا بولنے لگے

پتھر کو یوں تراش خدا بولنے لگے

گم صم تھی دو جہاں کی حقیقت مرے بغیر

میں آگیا تو ارض و سما بولنے لگے 9؎

لکھے گا اب کوئی خنجر کی خود نوشت کہاں

ملے گا آپ کو ہم سا وفا سرشت کہاں

تمہارے شیش محل سے مرے گھروندے تک

ہوئی نہ خیر سے بارانِ سنگ و خشت کہاں

نسیم چاند کو دیکھا تو بڑھ گئی حیرت

کہ جا لگی یہ ہماری لحد کی خشت کہاں 10؎

پروفیسر ساقی الحسینی نے نسیم لیہ کی ندرت خیال اور شعری اظہار کی دلکشی کے حوالے سے لکھا ہے :۔

” نسیم لیہ کا سرمایہ شعری زیادہ تر غزلوں پر مشتمل ہے
۔ نسیم لیہ کی غزل کو پڑھ کر ایک نئے پن کا احساس ہوتا
ہے ۔ انھوں نے خیال و فکر کے نئے افق تلاش کیے اور
اظہار بیان کے نئے سانچے تیار کرنے کی کوشش بھی کی
ہے ۔ “11؎

ڈاکٹر خیال امروہوی (پ: 1930ء) ایسے انقلابی اور ہمہ جہت شاعر ہیں جنھوں نے سر زمین سخن میں عقل و خرد کے پھول اگائے ہیں ۔ ان کے شعری مجموعوں میں مقتلِ جاں ، گنبدِ بے در ، لمحوں کی آنچ ، عصرِ بے چہرہ اور تلخاب شائع ہوچکے ہیں ۔ وہ ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے اس لیے ان کی غزلوں میں ترقی پسندانہ رجحانات نمایاں ہیں ۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام کے استحصال اور طبقہ اشرافیہ کے حق میں جانے والے تقدیر پرستی کے نظریات کو ہدف تنقید بنایا ہے ۔ وہ کسانوں اور مزدوروں کی محنت کو معاشرے کی تعمیر و ترقی کے لیے ضروری سمجھتے ہیں ۔ وہ ایک ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتے ہیں جہاں انسانی آزادی ، سماجی انصاف ، معاشی مساوات اور تکریم انسانیت عملی طور پر دکھائی دے ۔ان کے موضوعات عوامی اور انقلابی نوعیت کے ہیں ۔ اشعار ملاحظہ فرمائیے :۔

پوچھتے ہیں نسلِ انسانی کو کیا دیتا ہوں میں

کیا یہ خدمت کم ہے انساں کو جگا دیتا ہوں میں 12؎

اب کے شاید گھٹ گیا طرزِ پذیرائی بہت

ورنہ پتھر بھی یہاں وافر ہیں سودائی بہت 13؎

حسین نغمہ ہوں ساز آگہی کا

غلط انداز سے گایا گیا ہوں 14؎

نظامِ جبر ہے جیسا ہمارے سامنے ہے

علاج جو بھی ہے اس کا ہمارے سامنے ہے

نشانِ زر کا سمندر تمہارے قبضے میں

خیال و خواب کا صحرا ہمارے سامنے ہے 15؎

رئیس امروہوی نے ان کے کلام کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

” خیال نے اپنے کلام میں جن مسائل کو فکر و بیان کا موضوع بنایا ہے ، آگ کی طرح جلتے ہوئے انگاروں کی طرح دہکتے ہوئے اور خون کی طرح کھولتے ہوئے ۔ ان مسائل اور موضوعات کی داخلی شدت نے شاعر کے لہجے کو شدید جذبات انگیز بنا دیا ہے ۔ شاعر نے عصری کشمکش کو جس شدت سے محسوس کیا ہے ، اس سے زیادہ شدت بیان، گرم گفتاری اور شعلہ نوائی کے ساتھ پیش کیا ہے ۔“16؎

ڈاکٹر خیال امروہوی کے کلا م میں یاسیت اور قنوطیت کا شائبہ تک نہیں ہے ۔ وہ امید اورمستقبل کے شاعر ہیں ۔ اس حوالے سے ڈاکٹر جر ات عباس شاہ نے لکھا ہے :۔

”ڈاکٹر خیال امروہوی کی شاعری سے امید اور مستقبل کے درخشاں خواب عیاں ہوتے ہیں ۔ خیال کے ہاں زندگی کے متعلق ایک اثباتی نظریہ ملتا ہے ۔ خیال کی شاعری میں زندگی کے مدو جزر کا سامنا کرنے کا حوصلہ ملتا ہے ۔ وہ زندگی کی منفی قدروں کو کھاتے میں نہیں لاتے بلکہ ہوش مندی اور سعادت مندی سے عصری تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی ڈگر پر مستانہ وار چلے جا رہے ہیں ۔ “ 17؎

ڈاکٹر خیال امروہوی کا اسلوب بیان مفرس ہے ۔ ان کی تراکیب توسیع معنی کا ذریعہ ہیں ۔

محمد عثمان خان عثمان (پ:1932ء) کا تعلق صحافت اور شعرو ادب سے تھا ۔ وہ مشاعروں کی رونق ہوتے تھے ۔ انھوں نے نظم اور غزل پر طبع آزمائی کی ہے ۔ ان کے شعری مجموعہ ” شیشہ دل “ میں شامل غزلیات فکری اور فنی اعتبار سے پختہ ہیں ۔ ان کی غزلوں میں حسن و عشق کے روایتی مضامین کے علاوہ زیادہ تر سماجی اور انسانی معاملات ، اخلاقی اقدار کا انحطاط ، سیاسی

خلفشار ، معاشی محرومی اور زر اندوزی کی خواہش میں خاندانی وقار کی بے حرمتی جیسے موضوعات ملتے ہیں ۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے ان کی غزل کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

> ” ان کی غزلوں میں عمومی طور پر پریشاں خیالی کی بجائے مسلسل مضامین یا مسلسل تجربے کی بازگشت سنائی دیتی ہے ۔ ان غزلوں میں عوامی شعور ، ضمیر کی خلش ، قومی وسائل ، گھر کے مکینوں کا اجنبی ہونا، زوال تمدن ، اندھیروں کی حکمرانی ، کناروں پر موجود تماشائیوں کی بے حسی ، مصلحت کوشی اور امن و امان کی صورت حال جیسے موضوعات تسلسل کے ساتھ ملتے ہیں مگر ایسا نہیں کہ انھوں نے تغزل کے تقاضے پورے نہیں کیے ۔“18ـ

غافل کرنالی (پ: 1933ء) عمدہ اور معروف شاعر تھے ۔ انھوں نے فرمان پٹیالوی سے اصلاح لی ۔ ملک کے مختلف اخبارات و جرائد میں ان کا کلام چھپتا رہا ۔ قندیل حرم ، جہاد قلم اور غنچہ و گل کے نام سے ان کے شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں ۔ وہ اسلامی ادب کی تحریک سے وابستہ تھے ۔ ان کے نزدیک ادب کو اسلامی افکارو روایات کا حامی ہونا چاہیے ۔ صالح ادب ہی نفس انسانی کو نیکی کی طرف راغب کر سکتا ہے ۔ غافل کرنالی کی شاعری اسلامی اور ملی جذبوں کی ترجمانی کرتی ہے ۔ ڈاکٹر مزمل حسین نے غافل کرنالی کی شاعری کا یوں تجزیہ کیا ہے :۔

> ” غافل نے کلاسیکی انداز کے ساتھ شاعری کی ۔ انھوں نے ہر جگہ اعتدال کے دامن کو تھامے رکھا۔ ان کی ایک تہذیبی اور ادبی سطح ہے ۔ وہ اس سطح سے اپنی ذات کو گرنے نہیں دیتے اس لیے ان کے طرز نگارش اور اسلوب بیان میں کہیں بھی صوفیانہ اور عامیانہ پن ملوث نہیں ہونے پاتا ۔ جہاں انھوں نے حسن و عشق کی بات کی تو وہاں اسے تقدیس کے معیار سے گرا کر مبتذل نہیں ہونے دیا ۔ “19ـ

ان کی غزلوں میں سنجیدہ موضوعات اور فن کی لطافت کا احساس ملتا ہے ۔ اشعار ملاحظہ ہوں :۔

سوزِ دلِ نایاب ہے ، سوزِ وفا نایاب ہے

جب سے شہرِ سنگ میں خوفِ خدا نایاب ہے

پتھروں کے شہر میں لے آئی ہے قسمت مجھے

سوزِ جاں معدوم ہے آہِ رسا نایاب ہے

پو پھٹے کیسے افق سے کس طرح ظلمت چھٹے

قریہِ شب میں فقیروں کی دعا نایاب ہے 20ـ

فیاض قادری (پ:1934ء)صحافت اور شاعری سے وابستہ تھے ۔ ان کا شعری مجموعہ” سنگ بے آب “ شائع ہو چکا ہے ۔ ان کی غزلوں میں سماجی محرومی اور انسان کی بے توقیری کا دکھ صاف دکھائی دیتا ہے ۔ انھوں نے سماجی نا انصافی اور معاشی عدم مساوات پر المیہ انداز میں سوالات بھی

اٹھائے ہیں۔ان کا شعری اظہار سادہ اور عام فہم ہے ۔ ڈاکٹر خیال امروہوی نے ”سنگ بے آب “پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

”فیاض قادری کی زندگی شکست و ریخت سے عبارت ہے ۔ خیر و شر کی پہچان ان کی شاعری کی بنیاد ہے ۔ فیاض قادری چونکہ ہمارے گروہ اور فکری مکتب سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا ان میں انقلابیت اور شعور و آگہی کے وہ تمام عوامل دکھائی دیتے ہیں جو تا حال تکمیل کا سفر طے کر رہے ہیں۔“21ـ

فیاض قادری کے اشعار ملاحظہ کیجیے :۔

ستم کی دھوپ میں اک سایہ شجر نہ ملا
سفر طویل تھا کوئی بھی ہم سفر نہ ملا
میں کس کو سونپتا دکھ کی امانتیں آخر
تمام شہر میں کوئی بھی معتبر نہ ملا 22ـ

مرے خدا کوئی عہد شعور دے اس کو
جھکا ہوا ہے بشر کیوں بشر کے پاؤں میں
بھٹک گئے رہ منزل سے قافلے فیاض
یہ کس نے بیڑیاں ڈالیں خضر کے پاؤں میں 23ـ

پروفیسر نوازصدیقی(پ: 1937ء) سیاسی ، سماجی اور ادبی سرگرمیوں میں فعال کردار ادا کرتے تھے ۔ ان کا شعری مجموعہ ”سادگی ہائے تمنا “ میں موضوعات کے تنوع اور فن کی جمالیاتی قدروں کی پاسداری ملتی ہے ۔ انھوں نے شعری روایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سماج کے اجتماعی دکھوں اور محرومیوں کو موضوع سخن بنایا ۔ وہ ترقی پسند انہ نقطہ نظر کے قائل تھے۔ وہ سیاسی اور سماجی مسائل کا حل سائنسی منہاج فکر کو سمجھتے تھے ۔ ڈاکٹر محمد امیر ملک نے ان کی غزلوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے :۔” نواز صدیقی غزل کے شاعر ہیں۔ ان کے ہاں سادہ اسلوب اور موضوعات میں جدت نمایاں ہے ۔ ترقی پسند نظریات ان کی شاعری کا غالب عنصر ہے ۔ “24ـ

ان کے اشعار ملاحظہ ہوں:۔

نگہ فتنے اٹھائے گی نگہ کو کون روکے گا
صبا جادو جگائے گی صبا کو کون روکے گا
کسی کی چشمِ گریاں پر لگا دو ضبط کی مہریں
گھٹا اک روز برسے گی گھٹا کو کون روکے گا 25ـ

دل والوں پر پہرے کیوں ہیں

منصف گونگے بہرے کیوں ہیں

حیراں حیراں آنکھیں سب کی

ویراں ویراں چہرے کیوں ہیں

بھوک کے سائے گھٹتے بڑھتے

میرے در پر ٹھہرے کیوں ہیں 26ـ

گفتار خیالی(پ: 1946ء) ایسے غزل گو شاعر ہیں جن کا شعلہ تخلیق سدا روشن رہا ۔ ان کے دو شعری مجموعے مدار شعوراور نیا پیراہن چھپ چکے ہیں۔ اگرچہ وہ ڈاکٹر خیال امروہوی کے شاگرد ہیں لیکن ان کے کلام کو پڑھتے ہوئے کسی خاص فکر کی نمایاں چھاپ دکھائی نہیں دیتی ۔ انھوں نے زندگی اور اس کے متعلقات کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور پرکھا ہے۔ ان کے کلام میں جذبہ و فکر کی آمیزش پائی جاتی ہے ۔ جذبہ اور احساس نے ان کے شعری اظہار کو موثر بنا دیا ہے ۔ ان کے کلام میں تکلف اور تصنع بالکل نہیں ہیں ۔وہ بے ساختہ شعر کہتے ہیں ۔ان کے بارے میں رئیس امروہوی نے لکھا ہے :۔

” یقینا گفتار خیالی کی غزل تغزل کی نشاۃ ثانیہ کا دل نواز نمونہ ہے ۔ان کے کلام کی سب سے بڑی خوبی برجستگی اور روانی ہے ۔ شاعر کو لفظوں پر مکمل گرفت حاصل ہے اور کوئی مضمون یا تخیل اور احساس کا کوئی نقطہ ایسا نہیں جس کا واضح ابلاغ ان کے امکان سے باہر ہو ۔ تشبیہات، استعارات نہ اتنے جدید ہیں کہ تصنع کا گماں ہو نہ اتنے قدیم کہ تکرار کی تہمت لگے ۔ انھوں نے غزل کو غزل کی طرح برتا ہے اور اپنے روح کی تمام شعوری اور غیر شعوری کیفیتوں کو شعر میں طرح طرح منعکس کیا ۔ “27ـ

چند اشعار ملاحظہ کیجیے :۔

وہ تھا عیّار کئی بھیس بدل کر آیا

بے خبر میں بھی نہ تھا میں بھی سنبھل کر آیا

میں نے ہر بار نئے ڈھنگ سے چاہا اس کو

وہ بھی ہر بار نئے روپ بدل کر آیا 28ـ

وہ پھول ہوں میں صحن ِگلستاںِ فکر کا

مرجھا گیا تو پھر بھی مہک چھوڑ جاؤں گا

گفتار جس کی روشنی دن کا ثبوت دے

میں تیرگی میں ایسی چمک چھوڑ جاؤں گا 29؎

تخلیقِ عزمِ نو سے اثر کارگر کریں

شب کے جگر کو چیر کے پیدا سحر کریں

ہیں انقلابِ نو کے جہاں میں وہی سفیر

جو رجعتی نظام کو زیر و زبر کریں 30؎

شعیب جاذب (پ:1940ء) کا غزل گوئی میں نمایاں مقام ہے ۔ ان کی غزلوں کے مجموعے "پیاسی چھا گل پیاسے لوگ "، دھوپ کا سائباں ، قریہ احساس ، آدھی چھاؤں آدھا پیڑ ، لوح دل اور اک خالی کشکول شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی غزل کلاسیکی انداز لیے ہوئے ہے ۔ تاہم جدت خیال سے خالی نہیں ہے ۔ ان کی شاعری میں سماجی محرومیوں ، خوابوں کی شکست و ریخت ، سماجی اور معاشی مسائل اور کرب ناک صورت حال ، طبقاتی تضادات ، زمانے سے آگہی اور حق کی خاطر باطل قوتوں سے ٹکرانے کا بلند حوصلہ پایا جاتا ہے ۔ اس حوالے سے پروفیسر مہر اختر وہاب نے لکھا ہے :-

> ” شعیب جاذب کی انفرادیت یہ ہے کہ ان کے ہاں جدید طرز احساس کا اظہار کلاسیکی فنی روایات کے پیرائے میں ہوا ہے ۔ ان کے ہاں معاصر سیاسی و سماجی تصورات کی پیش کش بھی خالص رومانی لے میں ہوئی ۔ ان کے ہاں طبقاتی شعور ، امن کی صدا ، معاشی مساوات ، سیاسی و سماجی ناہمواریوں کا بیان اور فنی جمالیات کا اہتمام ایک منفرد رنگ سخن تخلیق کرتا ہے ۔ “ 31؎

شعیب جاذب کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے :-

محتسب خاموش ، واعظ گنگ ، دنیا چپ رہی

جسم کا سکہ سرِ بازار ہی چلتا رہا 32؎

مندمل ہو گئے زخم انسان کے

لوحِ احساس پر اک نشاں رہ گیا 33؎

میں اپنی ذات میں برگد ہوں میرے سائے بہت

خود اپنی پھیلتی شاخوں سے خوف آئے بہت 34؎

شعیب جاذب کے فکر و احساس کا ابلاغ شعری جمالیات کی مکمل پاسداری کے ساتھ ہوا ہے ۔ ان کے کلام میں صنائع لفظی و معنوی کا تخلیقی استعمال قابل ستائش ہے ۔

عدیم صراطی (پ:1942ء) غزل کے عمدہ شاعر تھے ۔ ان کے شعری مجموعے نیل گگن اور صراط دوام ادبی حلقوں سے داد تحسین لے چکے ہیں ۔ اگرچہ ان کی غزلوں میں روایتی موضوعات اور حسن و عشق کے تذکرے موجود ہیں لیکن سیاسی و سماجی مسائل سے پوری آگاہی ملتی ہے ۔ وہ

سماجی المیوں اور انسانی دکھوں کے اظہار میں تغزل کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ۔ عدیم صراطی کے شعری موضوعات کے حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی نے لکھا ہے:۔

” صراطی صاحب معاشرے کی پھوٹتی قدروں اور سیاسی اندھیر گردیوں پر اپنے رد عمل ہی کا اظہار نہیں کرتے بلکہ ان کے شعری سرمائے میں کیفیات قلب کے جز ر و مد کا ظہور بھی ہو ا ہے۔“35۔

عدیم صراطی کی شاعری کا بڑا حوالہ حسن و عشق اور اس کے متعلقات ہیں لیکن وہ اپنے عہد کے سماجی و معاشی مسائل کا مکمل ادراک رکھتے ہیں ۔ ان کی غزلوں میں عصری شعور جھلکتا ہے ۔ وہ طبقاتی تضادات اور استحصالی طبقے کے ہتھکنڈوں کو خوب ہدف ملامت بناتے ہیں ۔ اس ضمن میں محمدنوازصدیقی نے لکھا ہے :۔

” عدیم صراطی کا غم آفاقی بنتا جا رہا ہے ۔ عوام دوستی اور انسان پرستی کا جذبہ مضبو ط سے مضبوط تر دکھائی دیتا ہے ۔ ادب میں ان کا رویہ ترقی پسندانہ ہے ۔ وہ مفلوک الحال لوگوں کے دکھ محسوس کرتے ہیں اور اس نظام کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جو محنت کشوں کی کمائی جھپٹ لیتا ہے ۔“36۔

ان کے اشعار ملاحظہ کیجیے :۔

کیا بتاؤں ترے مئے خانے میں کیا دیکھا ہے

خونِ مزدور صراحی میں بھرا دیکھا ہے

ایک فرعون کا رونا تو نہیں میرے لیے

میں نے ہرشخص کے تیور میں خدا دیکھا ہے 37۔

رنگِ پیراہن و خوشبوئے وفا بھی لے جا

سینہ چاکانِ چمن سے یہ عطا بھی لے جا

میرا اسراف ترے شہر کو افلاس نہ دے

آ مرے گھر سے یہ مٹی کا دیا بھی لے جا 38۔

جعفر بلوچ (پ:1947ء) اردو ادب کے استاد تھے ۔ ان کی غزلوں کا مجموعہ اقلیم ، نعتیہ مجموعہ "بیعت" اور نظموں کا مجموعہ "برسبیل سخن "شائع ہو چکے ہیں ۔ وہ ادب برائے زندگی کے قائل ہیں ۔ وہ اسلامی ادب کی تحریک سے وابستہ رہے ہیں ۔ اسی لیے شعرو ادب کو معاشرتی اصلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں ۔ اگرچہ ان کی غزلوں میں روایتی طرز احساس پایا جاتا ہے تاہم وہ یاسیت ، قنوطیت اور بےعملی اور کم کوشی کو معاشرے کے لیے زہر سمجھتے ہیں ۔ ان کا تصور حیات، حرکت و حرارت ، عملِ پیہم اور جوشِ آرزو سے عبارت ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا لب و لہجہ توانا ہے ۔ وہ

ترسیل معنی کے ضمن میں شعریت اور تغزل کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے ہیں ۔ اس حوالے سے پروفیسر تحسین فراقی نے لکھا ہے:۔

” ان کی غزل زندگی اور زمانے کے بارے میں ان کے متوازن نقطہ نگاہ کی نمائندگی کرتی ہے ۔ حرکت ، حرارت، رجائیت ، حقیقت پسندی اور کھرا پن ان کی غزل کی نمائندہ خصوصیات ہیں لیکن یہ سب کچھ شعریت میں ڈھلا ڈھلایا ملتا ہے کیونکہ اہل نظر جانتے ہیں کہ شاعری کی شریعت میں سب سے پہلا تقاضا شعریت کا کرتی ہے۔“ 39ـہ

ان کی غزلوں میں تشبیہ ، استعارہ اور علامت کا عمدہ استعمال ہوا ہے۔ وہ زبان و بیان کا گہرا لسانی شعور رکھتے ہیں ۔ ان کی غزلوں میں نامانوس تراکیب ، غرابت اور ضعفِ تالیف جیسے معائب سخن بالکل نہیں ہیں ۔ روانی اور بے ساختگی ان کے شعری اسلوب کا نمایاں وصف ہیں۔ ڈاکٹر مزمل حسین نے جعفر بلوچ کی غزل گوئی کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

” جعفر بلوچ کی غزل متانت اور وقار کی ایک تابندہ مثال ہے ۔ ان کے ہاں سطحی رومانی حوالے نظر نہیں آتے بلکہ فکر و خیال کے زاویے مختلف انداز سے قاری کے دل و دماغ کو متاثر کرتے ہیں۔ “ 40ـہ

چند اشعار ملاحظہ کیجیے :۔

لوگ یوں بھی اعترافِ جرم فرماتے رہے

آئینوں کا سامنا کرنے سے کتراتے رہے

آدمیت پر تصرف ہو گیا ابلیس کا

شیخ جی نور و بشر پر بحث فرماتے رہے 41ـہ

طویل شب ہے سحر کا نشاں ہے دُور بہت

دھڑک رہا ہے مرا قلبِ ناصبور بہت

سنہری خواب دکھا کر فریب دیتا ہے

ستم ظریف ہے انساں کا لاشعور بہت

وہ جھوم اٹھے مری مختصر غزل سن کر

شراب کم تھی مگر دے گئی سرور بہت42ـہ

شہباز نقوی (پ:1950ء) غزل کے عمدہ شاعر تھے ۔ ان کی غزلوں کا مجموعہ ’ ’ جیون ندیا “ ادبی حلقوں سے دادو تحسین لے چکا ہے۔ ان کی شاعری میں روایتِ حسن و عشق کے تذکرے نہیں ہیں ۔ وہ پیش پا افتادہ مضامین اور کلیشے سے بہت گریزاں ہیں ۔ ان کی شاعرانہ فطرت جدت فکر کے لیے بے قرار رہتی ہے ۔ ان کے ہاں سیاسی ، سماجی اور معاشی مسائل کے حوالے سے بہت عمدہ

اشعار مل جاتے ہیں ۔ وجودی نقطہ نظر کے زیر اثر اثبات ذات ، خوف اور ناامیدی ، بے چہرگی اور بے گانگی ، ذات کا کرب ، رشتوں کی بےتوقیری اور اخلاقی انحطاط پر مبنی مضامین کثرت سے موجود ہیں ۔پروفیسر مہر اختر وہاب نے لکھا ہے :-

> ” شہباز نقوی کے ہاں اپنے ماضی کے ساتھ گہری وابستگی کا رویہ پروان چڑھا ہے ۔ بیتے دنوں اور گئے لوگوں کی یاد انھیں بے چین کر دیتی ہے ۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی غزل گم گشتہ تہذیب اور کھوئے ہوؤں کی جستجو ہے ۔نقوی کے ہاں اداسی اور تنہائی کا احساس نمایاں ہے ۔ شاعر اس بھری دنیا میں خود کو تنہا محسوس کر رہا ہے اور کوئی اس کا ہم نوا اور غم گسار نہیں ہے ۔ شاعر جب حیات و کائنات میں انسان کے مقام اور مقدر پر سوچتا ہے تو بے بسی اور تنہائی کا احساس اسے گھیر لیتا ہے۔ “43۔

شہباز نقوی کی شاعری جدید عہد کی نفسیاتی پیچیدگیوں اور انسانی محرومیوں کا عمدہ تجزیہ کرتی ہیں ۔ سرمایہ جمع کرنے کی دوڑ میں انسانی اور اخلاقی قدریں پامال ہوتی جا رہی ہیں ۔ اس صورت حال میں ایک فرد کادوسرے فرد سے انسانی تعلق کمزور ہوتا جا رہا ہے ۔ بے گانگی اور بے چہرگی عام ہے ۔ فرد بہت زیادہ تنہائی کا شکار ہو چکا ہے ۔ اس صورت حال کی عکاسی ان کے کلام میں ملاحظہ کیجیے:

آدمی دشتِ تعلق میں ہے تنہا اب تک
ورنہ ملنے کو تو ملتے ہیں شناسا اب تک

آ مری ذات کی تنہائی گلے سے لگ جا
شہر بھر میں تو کسی نے بھی نہ پوچھا اب تک 44۔

کوئی اس شہرِ خرابی میں مجھے بھی پوچھتا
آخر انسانوں کا مسکن تھا کوئی صحرا نہ تھا 45۔

ہنستا بستا شہر تھا لیکن کتنا بے کل لگتا تھا
اپنے بدن پر اپنا سر بھی اکثر بوجھل لگتا تھا 46۔

جسارت خیالی(پ:1954ء) ہمہ جہت ادیب ہیں ۔ ان کے شعری مجموعے شعاع فردا، سطوت حرف اور نوید سحر شائع ہو چکے ہیں ۔ وہ ڈاکٹر خیال امروہوی کے شاگر د ہیں اور ترقی پسند نظریات کے حامل ہیں ۔ ان کی غزلوں میں گل و بلبل کے افسانے نہیں ہیں بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف فکری محاذ پر مزاحمت پائی جاتی ہے۔ ان کے نزدیک سماجی محرومیوں ، انسان کی بے توقیری اور معاشی بدحالی کا علاج ترقی پسند نظریات میں ہے ۔ ان کی شاعری کسان، مزدور اور محنت کش طبقہ کے لیے عزم ، ہمت اور حوصلے کا پیغام رکھتی ہے ۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے لکھا ہے :-

”میں آج جب بھی جسارت خیالی کا کلام پڑھتا ہوں تو مجھے جنوبی پنجاب کی ترقی پسندی سنائی دیتی ہے ۔ افتادگان خاک کے جسم و جاں پر گزرنے والے آشوب کا منظر نظر آتا ہے۔ انسانی محرومیوں کے لامتناہی المیے دکھائی دیتے ہیں ۔ جسارت خیالی نے نہایت سادگی اور پورے خلوص کے ساتھ زمینی آشوب کا اظہار اپنی شاعری میں کیا ہے ۔ 47ؔ“

جسارت خیالی کی غزلوں میں خوابوں کی شکست ، آلام و مصائب اور دھتکارے ہوئے لوگوں کی گریہ و زاری کے علاوہ فرسودہ استحصالی نظام سے نکلنے کا آزادی کا راستہ بھی سجھائی دیتا ہے ۔ وہ عزم و ہمت اور پورے تیقن کے ساتھ مستقبل میں سماجی انصاف اور معاشی مساوات کا منظر نامہ تشکیل پاتے ہوئے دیکھتے ہیں ۔ اس لیے ان کے کلام میں امید اور رجائیت کا پہلو موجود ہے ۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عاصی کرنالی نے لکھا ہے :۔

” جسارت خیالی نے حق گوئی اور بے باکی کے اظہار کی طرح ڈالی ہے اور سراپا جسارت بن کر ان تمام امور مسائل کی آئینہ داری کی ہے جس کے سبب ہماری شخصی اور معاشی زندگی مثبت اخلاقیات و اقدار سے یکسر محروم ہو گئی ہے ۔ ان کے کلام میں جہاں ایک طرف لہولہان سچائیاں ہیں اور خوں چکاں زخموں کی نمود ہے وہاں انھوں نے دانشورانہ رہنمائی کے ساتھ ان آلام و مصائب کے حصار سے آزادی حاصل کرنے کا طریق عمل بھی سمجھایا ہے اور یاس و حزن و مظلومیت کے اس ماحول میں امید کی روشنی دکھائی ہے ۔“ 48ؔ

جسارت خیالی کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے :۔

حالات کی شورش کو فراست سے دبا دے

غربت کو نئے دور کا پیغام سنا دے

گر ظلم کا احساس ہے باقی ترے دل میں

محروم کا حق شہر کے غاصب سے دلا دے 49ؔ

صیاد کا انداز تو دیکھو کہ قفس میں

پر کاٹ کے رکھتا ہے رہائی نہیں دیتا 50ؔ

بھوک ہے تشنگی ہے مرے شہر میں

موت ہی زندگی ہے مرے شہر میں

اب کے بدلا ہے یوں زندگی کا چلن

خوب آوارگی ہے مرے شہر میں 51ـ

اظہر زیدی (پ: 1906ئ) فی البدیہہ شعر کہنے میں مہارت رکھتے تھے ۔ ان کا مجموعہ کلام " ابھی اور سفر ہے" ادبی حلقوں سے داد وصول کر چکا ہے ۔ ان کی اپنی زندگی کس مپرسی کی حالت میں گزری ۔ ان کی شاعری میں ذاتی محرومیوں کے علاوہ ، سماجی آلام و مصائب، زر پرست لوگوں کی مفاد پرستی ، بے گانگی اور عام فرد کی بے چارگی اور خاموشی کا دکھ بھی نمایاں ہے ۔ان کا لب و لہجہ سادہ لیکن دل کش ہے وہ بڑی آسانی کے ساتھ مشکل بات کہہ جاتے ہیں۔ انھوں نے ذاتی واردات کے پیرائے میں سماج کی بات کی ہے ۔ یوں ان کی شاعری میں روح عصر موجود ہے ۔ اس ضمن میں پروفیسر مہندر پرتاب چاند نے لکھا ہے :۔

" اظہر صاحب ایک خوش فکر اور پختہ گو شاعر ہیں ۔ ان کا بیانیہ نہایت شگفتہ اور ان کا اظہار بے حد فکر انگیز اور پر تاثیر ہے ۔ انھیں جدید ادبی رجحانات کا بھی گہرا شعور حاصل ہے ۔ ان کے اشعار میں روح عصر پورے طور پر جلوہ فرما ہے۔ فنی اظہار کے لیے جو لب و لہجہ وہ اختیار کرتے ہیں اس میں حسن الفاظ اور حسن بیان کے ساتھ ساتھ حسن معنی کے جوہر بھی پورے طورپر جگمگائے ہیں ۔ اسلوب میں تازگی اور شگفتگی کے ساتھ ساتھ زندگی کا بھر پور احساس ہے اور بدلتے ہوئے حالات اور نئے حقائق کا شعور بھی ہے ۔"52ـ

ان کے چند اشعار دیکھیے :۔

رہا نہ کوئی بھی سبز پتا جھلس گیا زندگی کا گلشن

عجیب عادت سی بن گئی ہے بدن پہ میلا لباس رکھنا 53ـ

گر نہ جائیں ریت پر رکھے ہوئے کچے مکاں

رات بھر سوئے نہ بچے بادلوں کے خوف سے

رات بھر بیٹھی نہ اظہر ننھی چڑیا پیڑ پر

اس کے بچے چیختے ہیں قاتلوں کے خوف سے54ـ

سلگ رہے ہیں میرے دل کے داغ میں چپ ہوں

ہر ایک زخم بنا ہے چراغ میں چپ ہوں

پلٹ کے آئے نہ سوچوں میں آس کے جگنو

بجھے ہوئے ہیں وفا کے چراغ میں چپ ہوں 55ـ

ریاض راہی / راقم الحروف(پ:1968ء) غزل گو شاعر ہیں۔ اب تک ان کے شعری مجموعے "شکست آرزو " اور "دیدہ بے خواب" شائع ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر ظفر عالم ظفری نے ان کے کلام پر یوں رائے دی ہے: ۔

”معاشرے کے ابتر اور تکلیف دہ حالات کا راہی نے خوب تجزیہ کیا ہے۔ ایک بڑے فنکار کایہی وصف ہوتا ہے کہ وہ اپنے معاشرے اور لوگوں سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔ یہی چیزیں مستقبل میں تاریخ کا مضبوط حوالہ بن جاتی ہیں۔ راہی کے کلام میں آفاقی اشعار کی بھی کمی نہیں۔ وہ اپنے محدود دائرے سے نکل کر انسانوں کو اپنا موضوع بناتے ہیں۔ عالمی سطح پر پائی جانے والی کوتاہیاں اور خرابیاں ان کا موضوع بنتی ہیں:

منکر نہیں ہوں روز قیامت کا میں مگر

ظالم کا اس جہاں میں بھی روزِ حساب ہو

زمیں کا بوجھ ہیں انسانیت پہ دھبا ہیں

ہے جن کا مقصدِ ہستی فقط زرو املاک “56ـ

رضا کاظمی (پ:1970ء) معاصر شعرا میں اچھے غزل گو شاعر شمار کیے جاتے ہیں ۔ ان کا شعری مجموعہ ” مشعل جاں “ چھپ چکا ہے ۔ ان کی غزلوں میں صحت مند رومانیت موجود ہے ۔ فرما ں رواؤں کے پیدا کردہ سماجی مسائل اور انسانی محرومیوں کا دکھ ان کی شاعری میں نمایاں ہے ۔ ان کے بارے میں ڈاکٹر محمد امیر ملک نے لکھا ہے :۔

” رضا کاظمی کے اشعار میں بیش حساسیت کا اظہار جا بجا ملتا ہے اور یہ کیفیت تک پیدا ہوتی ہے جب شاعر گرد و پیش کے منظر نامے کو اپنے باطنی عمل سے لفظوں کا جامہ پہناتا ہے ۔ “57ـ

ان کے اشعار ملاحظہ کیجیے :۔

رات پھیلی تو کوئی زلف گھنی یاد آئی

پھول مہکے تو کوئی بندِ قبا یاد آیا 58ـ

لوگ بارود کا بیوپار چلانے کے لیے

آگ اور خون کے بازار بنا لیتے ہیں59ـ

کیسی نگری میں آ گئے ہم لوگ

دل گرفتہ ہیں اور برہم لوگ60ـ

افضل صفی (پ:1971ء) عمدہ غزل گو شاعرہیں ۔ اب تک ان کے تین شعری مجموعے صحرا سے گفتگو، نگاہیں اداس ہیں اور صحرا اداس ہے، شائع ہو چکے ہیں ۔ ان کی شاعری میں جدید طرز احساس پایا جاتا ہے ۔ وہ سماجی انصاف اور معاشی مساوات کے ساتھ ساتھ انسانی عظمت اور توقیر کے قائل ہیں ۔ انھوں نے اپنے عہد کے آشوب کو پوری دیانت داری سے نہ صرف محسوس کیا ہے بلکہ اپنے منفرد اور دلکش اسلوب میں بیان بھی کیا ہے ۔ وہ رجائیت پسند ہیں ۔ ان کی شاعری میں

اچھے مستقبل کے روشن سویرے کی نوید ملتی ہے ۔ پروفیسر جعفر بلوچ نے ان کی غزل گوئی کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے :-

” جناب افضل صفی ایک خوش فکر اور خوش اسلوب شاعر ہیں ۔ ان کے کلام میں ان کے ذاتی ، علاقائی اور اجتماعی احوال و آثار کی صدائے باز گشت نمایاں طور پر سنائی دیتی ہے ۔ اپنے لطیف اور ہلکے پھلکے انداز میں وہ اپنی بات سہولت کے ساتھ کہہ جانے پر قادر ہیں۔“61ـ

افضل صفی کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے :-

درد کا سوکھا ہوا جنگل ہرا ہو جائے گا

تیرے میرے درمیاں پھر رابطہ ہو جائے گا

آج مجھ کو جس طرح سے چاہے تو بدنام کر

کل ترے کردار کا بھی فیصلہ ہو جائے گا 62ـ

وہ جفا کیش اگر ہے تو کوئی بات نہیں

ہم ہواؤں کے مقابل بھی دیا رکھتے ہیں 63ـ

روح سے محروم بینائی پہ کیا منظر کھلے

آنکھ کی دہلیز پر تو رت جگا کھلتا نہیں 64ـ

شہر میں بے چیرگی کا گر یہی عالم رہا

دیکھنے والے نہ ہوں گے آئینے رہ جائیں گے65ـ

ناصر ملک (پ:1972ء) ہمہ جہت ادیب ہیں ۔ اب تک ان کی صرف غزلوں کے چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں ۔ جن میں یہ سوچ لینا، غبارِ ہجراں ، ہتھیلی ، جان ، جگنو اور جزیرہ ، سامعہ اور راکھ شامل ہیں ۔ ان کی غزلوں میں جدید طرز احساس پایا جاتا ہے ۔ ان کا رومانی طر زاحساس جدید حسیت سے عبارت ہے ۔ انھوں نے سماجی محرومیوں ، ذاتی دکھوں ، طبقاتی تفریق پر مبنی مفاد پرستانہ رویوں ، انسانی المیوں اور اخلاقی کمزوریوں کو موضوع سخن بنایا ہےـناصر ملک کو جہاں فراق یار کا دکھ ہے وہاں انھوں نے احباب گزیدگی کا گلہ بھی کیا ہے ۔ وہ لوگوں کی بے حسی اور ستم ظریفی کو ہدف تنقید بناتے ہیں ان کی شاعری میں اپنی مٹی سے محبت کی خوشبو فراواں ہے ۔ وہ آسمانی خوابوں کی تعبیر زمین پر دیکھنا چاہتے ہیں ۔ اس کے لیے وہ عشق میں یقین کی پختگی کو ضروری سمجھتے ہیں ۔ان کے نزدیک عشق کوئی کار زیاں نہیں ہے بل کہ وہ ضعف دل کے لیے تقویت کا باعث ہے ۔ ا ن کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے :-

میں کسی خواب کی تعبیر میں چل نکلا تھا

ورنہ جنت سے کہاں مجھ کو نکالا جاتا 66ـ

سبھی ظلمت کے ستاروں سے اتر آئے ہیں
کسی رہبر کا تعلق تو زمیں سے ہو جائے 67ـ

دستکیں اتنی زیادہ ہیں کہ ڈر لگتا ہے
ذہن گویا کسی مقروض کا گھر لگتا ہے 68ـ

عمر بھر کوئی بھی احسان نہ کرتے مجھ پر
میرے احباب مگر ہنستے نہ ایسے مجھ پر
ایک دیوار سے مانگا تھا گھڑی بھر سایہ
اس نے پھینکے ہیں بھڑکتے ہوئے شعلے مجھ پر 69ـ

کاشف مجید (پ: 1974ء) جدید لب و لہجہ کے عمدہ شاعر ہیں ۔ ان کا شعری مجموعہ " دعا کی طر ف لوٹتے ہیں" ادبی حلقوں سے پذیرائی حاصل کر چکا ہے ۔ ان کی غزلوں میں زندگی اور احساس مرگ کی متنوع جہات کا عکس دکھائی دیتا ہے ۔ ان کے ہاں رومانویت کا صحت مندانہ تصور ملتا ہے ۔ انسانی ذات کی کم مائیگی ، احساس شکست ، نارسائی ، بے گانگی ، انجانا خوف ، لاحاصلی کا دکھ ، نفسیاتی الجھنیں اور بے سمت طویل راستوں کی تھکن ان کے شعری موضوعات ہیں ۔ ان کا شعری اظہار علامتوں سے جڑا ہوا ہے ۔ان کے ہاں مظاہر فطرت کا ذاتی مشاہدہ اور معصومانہ حیرت کی فراوانی کا اظہار جدید شعری علامتوں کے ذریعے ہوا ہے ۔ اس ضمن میں ڈاکٹر اسلم انصاری نے لکھا ہے :-

> " سب سے پہلی خصوصیت جو مجھے ان کے ہاں قابل توجہ نظر آئی وہ ان کی شاعری میں حیرت اور معصومت کے عنصر کا رچاؤ ہے جو میرے نزدیک فن کی اساس ہے اور جس کی مدد سے وہ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی زندگی پر بھر پور نظر ڈالنے کا حوصلہ پاتے ہیں اوراس طرح کے رد عمل کا اظہار کرتے ہیں جو عصر حاضر کی مخصوص معاشرتی انسانی صورت حال کے باعث ملال آگیں تو ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمت خیز بھی ہے ۔" 70ـ

کاشف مجید کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے :-

کار دنیا کے سبب تجھ کو بھلانا پڑ جائے
پھر اسی غم میں مجھے جان سے جانا پڑ جائے

میں نے جس خط میں تجھے کچھ بھی نہیں لکھا تھا

تجھ کو وہ خط بھی کسی روز جلانا پڑ جائے 71ـہ

تمام شہر کی آنکھوں میں جاگنے والے

مری گرفت میں تیرا جمال آئے کبھی 72ـہ

کسی انجانی دہشت سے لرزتا جا رہا ہوں

میں اپنے ہاتھ میں شمشیر کے ہوتے ہوئے بھی 73ـہ

کبھی آگ کی کبھی آسماں کی لپیٹ میں

مرا شہر ہے کسی داستان کی لپیٹ میں 74ـہ

افتخار فلک کاظمی (پ:1992ء) جدید طرز احساس کے مالک نوجوان شاعر ہیں ۔ ان کا شعری مجموعہ " اذیت " شائع ہو چکا ہے۔ وہ گھسے پٹے موضوعات سے حتی المقدور گریزاں ہیں ۔وہ نئے ڈھنگ سے بات کہنے کا ہنر جانتے ہیں ۔ ان کی غزلوں میں جدت فکر اور جدت ادا کا پہلو پایا جاتا ہے ۔ یہ اچھی بات ہے کہ انھوں نے کسی تحریک یا دبستان سے وابستہ ہو کر اپنی تخلیقی آزادی کو مسلوب نہیں کیا ۔ قمر رضا شہزاد نے ان کی غزل کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے :۔

> " افتخار فلک کی غزل لفظیاتی اور موضوعاتی سطح پر نئی کیفیات کے ساتھ جلوہ گر ہو رہی ہے ۔ وہ شاعری کے کسی نئے جہان کی تلاش میں ہے۔" 75ـہ

ان کا شعری اظہار ملا حظہ کیجیے :۔

بساط خورشید جاں سے آگے اتار مجھ کو

کہ دشتِ سود و زیاں سے آگے اتار مجھ کو

پڑاؤمیرا یہیں کہیں ہے میں جانتا ہوں

کہ بے نشاں کے نشاں سے آگے اتار مجھ کو 76ـہ

روشنی آنکھوں پہ باندھوں تو ہرا ہو جاؤں

یا کہیں بیٹھ کے رو لوں تو ہرا ہو جاؤں

رات آفات کے جنگل میں گزاری میں نے

دن ترے ساتھ گزاروں تو ہرا ہو جاؤں 77ـہ

لیہ ادبی مراکز سے دور ہونے کے باوجود بھی اردو غزل گوئی میں نمایاں مقام رکھتا ہے ۔ یہاں کے شاعروں نے زندگی اور اس کے متنوع موضوعات کو اپنے تخلیقی اظہار کا حصہ بنایا ہے۔ اردو غزل گو شعرا مسلسل شعری ریاضت اور تخلیقی اپج سے شعرو ادب کی ترویج میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں ۔ بہت سے شعرا جو عمدہ غزلیں کہہ رہے ہیں ان میں سلیم گرمانی ، احسن بٹ ، عبدالرحمان مانی ، منیر شوق ، اشرف درپن ، کرامت کاظمی ، سلیم اختر ندیم ، طاہر مسعود مہار، قاسم عارض ، مرزا مبشر بیگ ، یوسف حسنین ، شعیب بخاری ، میاں شمشاد سرائی ، عتیق خیالی ، خالد محمود ، عمر تنہا ، سلیم آکاش ، عمران عاشر ، ارشد عباس ذکی ، حسرت خان ،محمد مہدی ، نوشاد اکبر اور عرفان حیدر شامل ہیں ۔ مجموعی طور پر لیہ میں کہی جانے والی غزل کو دیکھا جائے تو نئے فکری و فنی زاویے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ یہ فکری تنوع لیہ کی پہچان ہے۔

حوالہ جات

1. طار ق ہاشمی، اردو غزل، نئی تشکیل ، نیشنل بک فاؤنڈیشن ، اسلام آباد، س ن ، ص 387
2. شارق انبالوی، غزل ، مشمولہ آیات ادب ، جعفر بلوچ ، مکتبہ عالیہ ، ارد و بازار ، لاہور ، 1988ء، ص 811
3. جعفر بلوچ ، آیات ادب ، ص 117
4. عبدالمجید راحی، حکیم ، سید ، خدوخال ، مشمولہ جہان غزل (شعری مجموعہ) ، ارمان عثمانی ، ارباب فکر و شعور ، ملتان ، س ن ، ص 12
5. شہباز نقوی ، بے ساختہ پن کا شاعر : ارمان عثمانی ، مشمولہ تھل میگزین ، گورنمنٹ کالج، لیہ، ۸۸۔۷۸۹۱ء، ص 47
6. ارمان عثمانی ، جہان غزل ،ص 26
7. ایضاً، ص 37
8. انور سدید ، ڈاکٹر ، چراغ صحرا کا (دیباچہ) ، برگ لرزاں ، نسیم لیہ ، بزم اقبال ، مظفر گڑھ ، س ن، ص 12
9. نسیم لیہ ، برگ لرزاں ، ص 22
10. ایضاً ، ص 48-47
11. ساقی الحسینی ، پروفیسر ، نکہت گل ، طباعت کدہ ، ملتان ، س ن ، ص 67
12. جسارت خیالی (مرتب) ، کلیات خیال امروہوی ، رنگ ادب پبلی کیشنز ، اردو بازار ، کراچی ، اپریل ، 2018ء، ص 172
13. ایضاً، ص 167
14. ایضاً، ص97
15. ایضاً، ص 669-668
16. رئیس امروہوی ، خیال تخیل ، فن اور ابلاغ ، مشمولہ لمحوں کی آنچ (شعری مجموعہ) ، ڈاکٹر خیال امروہوی ، شاہد پرویز پبلی کیشنز ، سرکلر روڈ، لیہ ، اپریل 1980ء، ص17
17. جرات عباس شاہ ، ڈاکٹر ، ڈاکٹر خیال امروہوی : شخصیت اور فن ، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی اردو ، مملوکہ یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور ، 2018ء، ص 113
18. نجیب جمال ، ڈاکٹر ، اظہار خیال ، مشمولہ شیشۂ دل (شعری مجموعہ) ، محمد عثمان خان عثمان ، نیو یونائیٹڈ پرنٹرز ، اسلام آباد ، اپریل 2020ء،ص 18

19. مزمل حسین ، ڈاکٹر ، غافل کرنالی کا تحریک ادب اسلامی میں مقام (مضمون) مشمولہ لطافت اسلوب ، لیہ ادبی فورم ، لیہ ، جنوری2007ء، ص142
20. غافل کرنالی ، قندیل حرم ، علمی کتاب خانہ ، مظفر گڑھ ، 1972ء، ص 2005-06
21. خیال امروہوی ، ڈاکٹر ، سنگ بے آب (پانی میں پیاسا پتھر) ، مشمولہ سنگ بے آب (شعری مجموعہ) ، فیاض حسین قادری ، ہاشمی ، ایڈورٹائزر ، لیہ ، 2004ء
22. فیاض قادری ، سنگ بے آب ، 2004ء، ص ۳
23. ایضاً، ص 109
24. محمد امیر ملک ، ڈاکٹر ، پاکستانی جنوبی پنجاب میں اردو شاعری کا ارتقاء(آغاز تا ۲۰۰۰ء) ، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ۔ ڈی اردو ،مملوکہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز ، اسلام آباد ، 2010ء، ص 404
25. نواز صدیقی ، سادگی ہائے تمنا، مثال پبلشنگ ، اردو بازار ، لاہور ، دسمبر 2004ء، ص 60
26. ایضاً، ص 107
27. رئیس امروہوی ، پیش گفتار ، مدار شعور (شعری مجموعہ)، گفتار خیالی ، کاروان ادب ، ملتان صدر، 1979ء، ص 05-06
28. گفتار خیالی ، نیا پیراہن ، کلاسیک ، ۲۴ ڈی مال ، لاہور ، جنوری 2004ء، ص 34
29. ایضاً، ص 149
30. گفتار خیالی ، مدار شعور ، 1984ء، ص 46
31. مہر اختر وہاب ، پروفیسر ، قریہ احساس ۔ شعری احتجاج (مضمون) ، مشمولہ ، قریہ احساس (شعری مجموعہ) ، شعیب جاذب ، اظہار سنز ،اردو بازار ، لاہور ، مارچ 2007ء، ص 18
32. شعیب جاذب ، قریہ احساس ، ص 82
33. شعیب جاذب ، پیاسی چھاگل پیاسے لوگ ، ناصر پبلیکیشنر ، ٹریفک چوک ، ڈیرہ غازی خان ، 2005ء، ص 31
34. شعیب جاذب ، دھوپ کا سائباں ، صدائے قادری پرنٹر، چوبارہ روڈ ، لیہ ، مئی 2006ء، ص 109
35. تحسین فراقی ، پروفیسر ، ڈاکٹر ، فلیپ ، صراط دوام ، عدیم صراطی ، صراطی دارلمطالعہ و تحقیق ، جمن شاہ ، ضلع لیہ ، 1987ء
36. محمد نواز صدیقی ، عدیم صراطی : صاحب طرز غزل گو (مضمون) ، مشمولہ تھل میگزین، گورنمنٹ کالج ،لیہ ،88-1987ء، ص 44
37. عدیم صراطی ، صراط دوام ، 1987ء، ص 87
38. ایضاً، ص 23
39. تحسین فراقی ، جعفر بلوچ اور ان کا رنگ سخن ، مشمولہ اقلیم (شعری مجموعہ)، جعفر بلوچ ، مکتبہ عالیہ ، اردو بازار، لاہور ، 982ء، ص 28
40. مزمل حسین ، ڈاکٹر، پروفیسر جعفر بلوچ کی یاد میں (مضمون)، مشمولہ نگارشات ، تنقیدی مضامین ، بیکن بکس، ملتان ، 2009ء، ص 50
41. جعفر بلوچ ، اقلیم (شعری مجموعہ) ، 1986، ص 39
42. ایضاً، ص 62

43. مہر اختر وہاب ، پروفیسر ، شہباز نقوی کا رنگ تغزل ، مشمولہ جیون ندیا (شعری مجموعہ) ، شہباز نقوی ، کتاب نگر ، حسن آرکیڈ ، ملتان کینٹ ، جنوری 2007ء، ص 26
44. شہباز نقوی ، جیون ندیا، 2007ء، ص 29
45. ایضاً، ص 30
46. ایضاً، ص102
47. تبسم کاشمیری، ڈاکٹر ، جسارت خیالی کا شعری خلوص ، مشمولہ نوید سحر (شعری مجموعہ) جسارت خیالی ، اردو سخن آرٹ لینڈ ، اردو بازار ، چوک اعظم ، مارچ 2016ء، ص9
48. عاصی کرنالی ، ڈاکٹر ، اظہار خیال ، مشمولہ ماہنامہ تعمیر ادب ، لیہ ، (خصوصی اشاعت) ، مئی 2011ء، ص 51
49. جسارت خیالی ، شعاع فردا ، کتاب نگر ، حسن آرکیڈ ، ملتان کینٹ ، اکتوبر 2007ء، ص30
50. جسارت خیالی ، نوید سحر ، اردو سخن آرٹ لینڈ ، اردو بازار ، چوک اعظم، مارچ 2016ء، ص 48
51. جسار ت خیالی ، سطوت حرف ، رنگ ادب ، اردو بازار ، کراچی ، ستمبر 2013ء، ص 42
52. مہندر پرتاب چاند، پروفیسر ، اظہر زیدی اور ان کا ادبی سفر ، مشمولہ ابھی اور سفر ہے (شعری مجموعہ) ، اظہر زیدی ، سندر پرنٹرز، چوبارہ روڈ، لیہ ، 2005ء، ص ۱۱
53. اظہر زیدی ، ابھی اور سفر ہے ، 2005ء، ص49
54. ایضاً، ص 50
55. ایضاً، ص96
56. ظفر عالم ظفری ، ڈاکٹر، لیہ کا سخن ور، مشمولہ: دیدہ بے خواب ، ریاض راہی، سخن رائے پبلی کیشنز ، ملتان، ستمبر 2021ء،ص 18-17
57. محمد امیر ملک ، ڈاکٹر ، رضا کاظمی کی غزل گوئی : ایک جائزہ ، مشمولہ کالج میگزین تھل ، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج ، لیہ ، 22-21-20، ص 127
58. رضا کاظمی ، مشعل جاں ، اردو سخن ، آرٹ لینڈ ، اردو بازار ، چوک اعظم ، 2020ء، ص 58
59. ایضاً، ص 112
60. ایضاً، ص 68
61. جعفر بلوچ ،(فلیپ) ، صحراسے گفتگو ، افضل صفی ، ارباب ادب پبلی کیشنز ، لاہور ، نومبر 2003ء
62. افضل صفی ، نگاہیں اداس ہیں ، ارباب ادب پبلی کیشنز ، لاہور ، مارچ 2004ء، ص 25
63. افضل صفی ، صحر ا سے گفتگو ، 2003ء، ص 95
64. افضل صفی ، غزل ، مشمولہ ادبی مجلہ" تھل "، گونمنٹ گریجو ایٹ کالج ، کروڑ لعل عیسن، 2016ء، ص 137
65. افضل صفی، صحرا اداس ہے، مثال پبلشرز ، فیصل آباد، 2011ء،ص 110
66. ناصر ملک ،یہ سوچ لینا ، چوک اعظم پرنٹرز، چوک اعظم، 1995، ص 45

67. ناصر ملک ، غبار ہجراں ، اردو سخن ، آرٹ لینڈ ، اردو بازار ، چوک اعظم ، 2008ء، ص 22
68. ناصر ملک ، راکھ ، اردو سخن ، آرٹ لینڈ ، اردو بازار ، چوک اعظم، 2015ء، ص 31
69. ایضاً، ص 22
70. اسلم انصاری ، پروفیسر ، ڈاکٹر ، پیش لفظ ، دعا کی طرف لوٹتے ہیں (شعری مجموعہ) ، کاشف مجید ، مثال پبلشنگ ، لاہور، 2001ء، ص 10
71. کاشف مجید ، دعا کی طرف لوٹتے ہیں ، ۲۰۰۱ء، ص 17-18
72. ایضاً، ص 20
73. ایضاً، ص 21
74. ایضاً، ص 55
75. قمر رضا شہزاد ، فلیپ ، اذیت (شعری مجموعہ) افتخار فلک کاظمی ، سخن سرائے پبلی کیشنز ، ملتان ، نومبر 2014ء
76. افتخار فلک کاظمی ، اذیت ، 2014ء، ص 41
77. ایضاً،ص 109